© rasailojaraid.com

برخلاف یونانی ہیئت کے اس رصد خانے میں تسلیم کی گئی ہیں۔ ۔ مگر ان تمام اثرات کا استقصاء جن کی سرسید نے نشاندھی کی ہے اور ”زیج محمد شاہی“ سے ان کی تصدیق تو موجب تطویل ہوگی ۔ لہذا مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق چند ایک کا بیان کیا جا رہا ہے۔ سرسید کہتے ہیں :۔

(۱) ”مدار خارج مرکز شمس کو بیضئی تسلیم کیا“ ۔

سرسید نے یہ بات ”زیج محمد شاہی“ کی حسب ذیل تصریح سے اخذ کی ہے۔

”ایں خواہان تحقیق خواست کہ انچہ بتدقیق از روئے رصد یافتہ مطابق آں شکلہا ہم درست کردہ شود . . . اول باید دانست کہ مدار خارج المرکز آفتاب را رصد کردن بشکل محیط سطح بیضئی معلوم شدہ“ ۔

(۲) یہ بات تسلیم کی گئی کہ زہرہ اور عطارد بھی چاند کی طرح آفتاب سے روشن ہیں اور بدر اور ہلال ہوتے ہیں ۔

(۳) یہ بات مانی گئی کہ زحل گول کروی شکل پر نہیں بلکہ اہلیلجی شکل پر ہے۔

(۴) مشتری کے گرد چار روشن ستارے قبول کئے گئے ہیں جن کا اقمار مشتری نام ہے۔

یہ باتیں ”زیج محمد شاہی“ کی حسب ذیل تصریحات سے ماخوذ ہیں ۔

”در سرکار ما دوربین ہا ساختہ اند کہ بواسطہ آں . . . . ہیئات بعضے از کواکب سیارہ و صفات آنہارا مخالف مکتوبی معروف و مشہور یافتیم . . . . اول آنکہ برای العین مشاہدہ کردیم کہ زہرہ و عطارد ہم مانند قمر از آفتاب استفادۂ نور میکنند چہ آنہارا دیدم بسبب قُرب و بُعدِ آفتاب متناقص النور و متزائد النور می گردند ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوم آنکہ زحل را می بینم کہ شکل اهلیلجی دارد . . . . .

سوم آنکہ بر حولِ مشتری قریب بمسافتہ منطقہ اش چهار کوکب روشن یافتہ ایم کہ بر حول مشتری میگردند۔ ۔

اس طرح راجہ جے سنگھہ کی یہ کوشش ، رصد گاہ اور "زیج محمد شاهی" قدیم و جدید علم الهیئت کی آمیزش کی ایک قابل قدر یادگار ہے اور اگر راجہ کا اتنی جلد انتقال نہ هو جاتا یا اسے جیسوٹ مشنریوں کے بجائے یورپ کے فضلائے علم الهیئت سے تبادلۂ خیالات کا موقع مل جاتا تو اس خطے میں سائنس بالخصوص علم الهیئت کی ترقی و ارتقا کا رخ کچھہ اور هی هوتا ۔

★ ★ ★ ★ ★

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمان فراھی سے ایک ملاقات

شرف الدین اصلاحی

جب سے مجھے مولانا فراھی پر تحقیق کا منصوبہ تفویض ھوا ہے نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی ہے ، کیسی کیسی سنگلاخ اور پر خار وادیوں سے گذرا ھوں۔ اس راہ میں کوہ کنی بھی کی ہے اور صحرا نوردی بھی ۔ اس کی داستان قلمبند کروں تو یہ خود ایک ضخیم کتاب بن جائے ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ تحقیق نام ھی ہے کوہ کنی کا بلکہ احیاناً "کوہ کندن کاہ برآوردن" کا۔ شاید بیا پرندے کو اپنے آشیانے کیلئے ایک ایک تنکا جمع کرنے میں اتنی محنت صرف نہ کرنی پڑتی ھو جتنی کہ ایک رھرو راہِ تحقیق کو اپنے منصوبے کے لیے مواد اکٹھا کرنے میں صرف کرنی پڑتی ہے ، بالخصوص جبکہ وہ کسی نا سپردہ راستے پر چلنے کا بیڑا اٹھا بیٹھے ۔

میں اس سے پیشتر اپنے کسی مضمون میں لکھ چکا ھوں کہ مولانا فراھی عربی ادب کی تحصیل کے سلسلے میں ایک عرصہ تک لاھور میں مقیم رھے ۔ مگر یہ بات کم لوگوں کو معلوم ھوگی کہ انھوں نے علیگڑھ سے فراغت کے بعد سندھ مدرسہ الاسلام کراچی میں برسوں استاذ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ۔ یہ وھی مدرسہ ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ ان کا پہلا بچہ جس کا نام محمد حماد تھا ۹ برس کی عمر میں فوت ھو کر کراچی میں سپرد خاک ہے ۔ ان کے پوتوں میں سے بعض تقسیم کے بعد پاکستان آگئے اور میری ابتدائی معلومات کے مطابق وہ نواب شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سندھ میں سکونت پذیر ھیں ۔ اس وقت پاکستان میں ان کے فکر سے متاثر نوجوان افراد کا ایک اچھا خاصا حلقہ موجود ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن کی اشاعت سے باکستان میں اب فراھی اجنبی نہیں رھے۔ اور ان کا دائرہ تعارف روز بروز وسیع سے وسیع تر ھوتا جا رھا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کا قائم کردہ حلقہ تدبر قرآن جس کا محور فکر فراھی ہے برگ و بار لازھا ہے۔ اس حلقے سے وابستہ نوجوان نہ صرف اپنے سیرت و کردار بلکہ فکر و نظر کے اعتبار سے بھی اس بار امانت کو اٹھانے کے لئے تیار ھو رھے ھیں جس کو مولانا امین احسن اصلاحی ایک مدت مدیدہ تک یکہ و تنہا اپنے ناتواں کندھوں بر اٹھائے رھے ۔ ان نوجوانوں کے سینے اللہ تعالے نے اس فکر کے لیے کشادہ کر دئیے ۔ آج وہ کامل شرح صدر کے ساتھ اس کے لیے سرگرم عمل ھیں ۔ باکستان کے سنجیدہ حلقوں میں جس طرح تدبر قرآن کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور جس طرح فکر فراھی کو پذیرائی حاصل ھو رھی ہے مجھے مولانا امین احسن اصلاحی کے اس قول میں ذرہ برابر مبالغہ نظر نہیں آتا کہ "بندرھویں صدی مولانا فراھی کی صدی ہے" ۔ چودھویں صدی میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ھیں اور قرآنی علوم و افکار پر ان گنت لوگوں نے کام کیا ہے۔ یہ فیصلہ مستقبل ھی کرے گا کہ ان میں سے کس کو کتنی زندگی ملتی ہے۔ اور یہ زندگی اور موت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کو حیات و ممات کے خالق نے اپنے ھاتھ میں رکھا ہے۔ اور اس کے پیمانے ھم انسانوں سے بالکل مختلف ھیں ۔ اس کے ھاں بقا و فنا کے اصول ھمارے اصولوں سے یکسر جداگانہ ھیں ۔

مولانا امین احسن اصلاحی مولانا فراھی کے شاگرد رشید ھی نہیں انکے علم کے وارث اور انکے فکر کے امین بھی ھیں۔ پاکستان میں وہ واحد شخص ھیں جو فراھی پر کام میں مدد اور رھنمائی کے اھل ھیں۔ جب سے میں نے یہ منصوبہ لیا ہے متعدد مرتبہ انکی خدمت میں حاضری دے چکا ھوں۔ اس سے پہلے وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضلع شیخوپورہ کے ایک دور افتادہ گاؤں رحمن آباد (چک نمبر ۴) میں رہائش پذیر تھے جس کا پرانا دیہاتی نام بھیکو دی ٹبی ہے اور یہ خانقاہ ڈوگراں کے مغرب میں واقع ہے۔ اب تقریباً ایک سال سے وہ لاھور میں مقیم ھیں ۔ ادھر فکر و نظر کے کام کی وجہ سے میں منصوبے کی طرف بھر پور توجہ نہ دے سکا ۔ کئی ایک تنقیح طلب مسائل پر تبادلہ خیال کے لئے مولانا سے ملاقات کی ضرورت تھی ۔ ایک عرصہ کے بعد میں نے فروری کے پہلے ہفتے میں ان سے ملاقات کا پروگرام بنایا ۔ پہلے وہ اچھرہ رحمن پورہ کے قریب فاضلیہ کالونی میں کرائے کا مکان لیکر رہ رہے تھے جہاں پہنچنا بہت آسان تھا ۔ میں لاھور پہنچا تو معلوم ھوا کہ ان دنوں وہ لاھور میں اپنے چھوٹے داماد میجر انور کے پاس اقامت رکھتے ھیں ۔ لاھور میرے لئے نیا نہیں ۔ میں سالہا سال تک اس کا شہری رہا ھوں اور اسکے چپے چپے سے واقف ھوں ۔ مگر یہ جگہ واھگہ سرحد کی طرف چھاؤنی کے علاقے میں بالکل ایک نئی آبادی ہے جو نہ صرف قلب شہر سے بہت دور ہے بلکہ غیر معروف بھی ہے ، اور وھاں تک پہنچنے کے لئے پر پیچ دشوار گذار راستوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہ جگہ شہری نقطہ نظر سے اتنی غیر معروف ہے کہ شاید اس کا ابھی تک کوئی باقاعدہ نام بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ چنانچہ جب میں نے مولانا کے بڑے داماد نعمان شبلی صاحب سے پتا معلوم کیا تو انھوں نے اپنی تمام تر مہندسانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نقشوں اور مختلف علامات کی مدد سے بات کو اس حد تک واضح کر دیا کہ میں اسکے سہارے پہنچنے میں کامیاب ھوگیا.مگر کوئی باقاعدہ پتا بتانے سے وہ بھی قاصر رہے اور خود مولانا اصلاحی بھی ۔ نعمان شبلی صاحب واپڈا میں چیف انجینئر ھیں اور واپڈا ھاؤس کے کمرہ نمبر ۵۱۹ میں ان کا دفتر ہے ۔ ان کی رھائش ,,اپر مال،، پر واپڈا آفیسرز کالونی میں ہے۔ دینی رجحان اور سلامت طبع کی وجہ سے فراھی اور فکر فراھی سے انہیں بھی یک گونہ دلچسپی ہے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا اصلاحی کو ان پر اس درجہ اعتماد ہے کہ مولانا فراھی کی جو باقیات پاکستان میں ان کے پاس تھیں حفاظت کے خیال سے انھی کی تحویل میں دے رکھی ھیں ۔

میں نعمان صاحب اور حلقہ تدبر قرآن کے دوسرے رفقاء کا شکر گذار ھوں کہ انھوں نے اس کام کو اپنا کام سمجھ کر ھمیشہ میرے ساتھ تعاون کیا ۔ مولانا کی اھلیہ ایک عرصے سے شوگر کے مرض مزمن میں مبتلا چلی آرھی ھیں۔ ان کسی حالت تشویش ناک حد تک خراب ہے ۔ مولانا کے لئے یہ صورت حال خاصی پریشان کن ہے ۔ خود مولانا کو بلڈ پریشر کی شکایت ھو گئی تھی مگر علاج کے بعد اب وہ بالکل ٹھیک ھیں ۔ میں جب تک لاھور میں رھا مسلسل بارش ھوتی رھی اور سردی اپنے شباب پر تھی ۔ فروری کے مہینے میں اھل لاھور کے لئے یہ موسم اس سال کچھ غیر متوقع اور غیر معمولی تھا ۔ میں اسلام آباد کی سردی پیچھے چھوڑ کر گیا تھا مگر وھاں کی سردی سب کو پیچھے چھوڑ گئی ۔ عام حالات میں کوئی دوسرا ھوتا تو شاید مولانا معذرت کرتے ۔ مگر میں جس کام کے لئے گیا تھا اور جن حالات میں گیا تھا ان کے خلق کریم سے اور الطاف عمیم سے بعید تھا کہ مجھے مایوس کرتے ۔

مولانا نے تدبر قرآن کا کام ختم کر لیا ہے ۔ تدبر قرآن کی آخری یعنی آٹھویں جلد اسوقت پریس میں ہے۔ پبلشر صاحب سے جو حلقے ھی کے ایک رکن ھیں معلوم ھوا کہ اختتام فروری سے پہلے پہلے تدبر قرآن کی آخری جلد مارکیٹ میں آجائیگی ۔ مولانا اصلاحی ان دنوں حدیث اور اسکے متعلقات کے مطالعہ میں مصروف ھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ قرآن کے بعد اب اگر کوئی چیز پڑھنے اور کام کرنے کی ھوسکتی ہے تو وہ حدیث ہے۔ جس نہج پر میں نے قرآن پر کام کیا ہے چاھتا ھوں کہ اسی نہج پر حدیث پر بھی کام کرکے ایک کتاب لکھ دوں۔ اس سلسلے میں انھوں نے حدیث، فقہ، اصول حدیث اور اصول فقہ کا باقاعدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ آج کل وہ موافقات کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ میں جس وقت ان کی خدمت میں پہنچا وہ اپنے داماد میجر انور کی سرکاری رہائش گاہ واقع ملٹری کیمپ کے باہر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان کی اہلیہ جو عرصے سے علیل ہیں اور کافی کمزور ہو چکی ہیں وہیں قریب چارپائی پر لحاف اوڑھے لیٹی ہوئی تھیں ۔ پاس ہی ایک مونڈھے پر شاطبی کی موافقات عینک کے ساتھ رکھی ہوئی تھی ۔ حدیث اور فقہ کی تمام امہات الکتب تقریباً انہوں نے دیکھ ڈالی ہیں ۔ انہوں نے مجامیع حدیث میں سے بخاری کو بطور نمونہ کے چن لیا ہے اور اس مطالعے میں اسی کو سامنے رکھیں گے ۔ بخاری کی دونوں شرحیں (ابن حجر اور عینی) بھی منگا کر رکھ لی ہیں ۔

میں فکر و نظر کے وہ تمام پرچے جمع کرکے لے گیا تھا جن میں مولانا فراھی سے متعلق کوئی چیز تھی ۔ فکر و نظر ان کے نام اعزازی جایا کرتا تھا مگر ادھر پتے کی تبدیلی کے باعث یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا ۔ بہت خوش ہوئے ۔ فرمایا ان کو یکجا جلد بندی کراکے محفوظ کرلوں گا ورنہ ادھر ادھر ہو جائیں گے ۔ مجھ سے ہندوستان کے حالات تفصیل سے سنے ۔ مدرسۃ الاصلاح کے بارے میں بار بار پوچھتے رہے ۔ انہوں نے اس ضمن میں مولوی عاصم صاحب ساکن کوٹلہ کے ایک خط اور اپنے جواب کا ذکر بھی افسوس کے ساتھ کیا ۔ اسی سلسلے میں اعظم گڑھ کی ایک اور دینی درسگاہ "جامعہ الفلاح بلریا گنج " کا ذکر بھی بار بار آیا ۔ مدرسۃ الاصلاح کی عمارتوں اور قصبہ سرائے میر کے کوچہ و بازار کے بارے میں بھی کرید کرید کر سوالات کئے اور انتہائی دلچسپی اور انہماک سے میرے جوابات سنے ۔ جب میں نے بتایا کہ مدرسۃ الاصلاح میں طلبہ کے ڈائیننگ ھال میں ٹاٹ اور چٹائی کی جگہ میز کرسی آگئی ہے تو مولانا کو روحانی مسرت ہوئی. جیسے انکے دل کی قلی کھل اٹھی ہو۔ مولانا فراھی جس کمرے میں رھتے تھے اسکی بابت خاص طور سے پوچھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب میں نے بتایا کہ وہ اسی حال میں ہے اور میں نے اس جگہ تک کا تعین کیا جہاں مولانا مدرسہ کے اساتذہ اور سینئر طلبہ کو درس دیتے تھے تو والہانہ بولے اس کی تصویر نہیں لی ۔ میں نے کہا خاص اس کمرے اور اس جگہ کی تصویر کا اہتمام میں نہیں کر سکا البتہ مدرسے کی عمارتوں کی تصویریں میں لایا ہوں ۔ مولانا فراہی کی دو نادر تصویروں کا ذکر کیا تو ان کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا جو میں ارادے کے باوجود نہ لے جا سکا تھا ۔

میں اس دوران ہندوستان کے دو سفر کر چکا ہوں جس کی مجموعی مدت ساڑھے چار مہینے ہوتی ہے اور اس مدت کا ایک ایک لمحہ میں نے مولانا فراہی سے متعلق مواد کی فراہمی میں صرف کیا ۔ اس کے بعد مولانا کو ان اسفار کی روداد اور اپنی "فتوحات" کا حال سنانے کا موقع اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

اور نہ مجھے یہ اندازہ تھا کہ مولانا اصلاحی اس قدر شغف اور والہیت کا مظاہرہ کریں گے ۔ معمولی قسم کی دو چار باتیں ہی سنائی ہوں گی کہ مولانا بے تاب ہو کر کہنے لگے " بھئی کب تک آجائے گی یہ کتاب میں زندہ نہ رہا تو کیا فائدہ " ۔ ایک بار نہیں متعدد بار انہوں نے یہ فقرہ دہرایا کہ " بھئی آپ سب کام چھوڑ کر پہلے اسے مکمل کریں اور اگر نہ ہو تو ملازمت چھوڑ دیں" ۔ انہوں نے خوشی اور استعجاب کے ساتھ بار بار کہا کہ میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اب اتنا زمانہ گذر جانے کے بعد کوئی شخص یہ معلومات اکٹھی کر سکے گا ۔ مولانا داد و تحسین کی وارفتگی میں یہاں تک کہہ گئے کہ بھئی ان مستشرقین کے کام کرنے کے ڈھنگ بھی نرالے ہیں جب یہ کام کرنے پر آتے ہیں تو نہ جانے کہاں کہاں کی خبر لاتے ہیں۔ مولانا کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ مسلمانوں میں مستشرق کا لفظ اچھے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور میرا خود اس لفظ کے بارے میں یہی تصور ہے۔ اپنی نسبت مولانا کی زبان سے یہ لفظ سنکر مجھے بالکل اچھا نہیں لگا ۔ حاشا وکلا ۔ العیاذ باللہ ۔ کوئی اور ہوتا تو میں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر احتجاج کرتا ۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ مولانا کا منشا ہرگز وہ نہیں رہا ہوگا۔ وہ حس جہت سے مجھے داد دینی چاھتے تھے اس کے لئے ان کی نظر میں بھرپور لفظ یہی ھو سکتا تھا ۔ ان کا مقصد میری کاوش اور جستجو کو خراج تحسین پیش کرنا تھا اور اس میں انہوں نے انتہائی فیاضی سے کام لیا ۔ اس لئے میں یہی کہوں گا کہ ؎

ستم احباب کے آئینۂ اخلاص تھے ھمدم
مقام شکر تھا ہم شکوۂ بیداد کیا کرتے

شعر میں ,,احباب،، کا لفظ ہے جبکہ مولانا میرے بزرگ ھیں ۔ شعر میں تصرف جائز ھوتا تو میں اس کو بدل دیتا ۔ مولانا کی ان باتوں سے میری حوصلہ افزائی ھوئی اور نئے سرے سے کام کرنے کا عزم پیدا ھوا ورنہ میں تو بساط لپیٹ چکا تھا اور بستہ باندھ کر رکھدیا تھا۔ میرا لاھور کا یہ سفر دو خاص مقاصد کیلئے تھا ۔ پہلے تو مولانا فراھی سے متعلق کچھ امور اور مسائل پر گفتگو کرنی تھی دوسرے خود مولانا اصلاحی کے اپنے متعلق سوانحی قسم کی معلومات براہ راست ان سے معلوم کرکے حیطۂ تحریر میں لانی تھیں ۔ ان دونوں باتوں کا تفصیلی ذکر یہاں مناسب نہ ھو گا ۔ یہ باتیں اپنے مقام پر آئیں گی ۔ اس وقت ملاقات میں عام دلچسپی کی دو چار باتیں اور بیان کرکے اس سلسلے کو ختم کر دینا چاھوں گا ۔

ھندوستان کے سفر میں میں نے دائرۂ حمیدیہ میں محفوظ مولانا فراھی کے غیر مطبوعہ مسودات کو بھی تفصیل سے دیکھا اور ان سے ضروری مواد اخذ کیا ۔ مجھے ان مسودات میں مولانا فراھی کی دو کتابیں نہیں ملیں ۔ (۱) حکمۃ القرآن (۲) حجج القرآن ۔ مولانا بدر الدین اصلاحی نے جن کے پاس یہ مسودات رکھے ھوئے ھیں بتایا کہ ان کو خود ان کی تلاش ہے اور وہ ان کے لئے فکر مند ھیں ۔ ایک زمانے میں تمام مسودات کی اصل کاپیاں مولانا اصلاحی نے پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منگوائی تھیں اور بعد میں واپس بھجوادی تھیں ۔ مولانا اصلاحی کا خیال تھا کہ تمام مسودوں کی اصل انہوں نے واپس کر دی ہے اور اب ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔ ان کو اس سلسلے میں ھندوستان سے جب بھی خط لکھا گیا انہوں نے یہی جواب دیا ۔ جبکہ ھندوستان میں یہ چیزیں نہیں پہنچیں ۔ میں نے اس کا ذمہ لیا کہ میں ان مسودات کو پاکستان جاکر لاھور میں تلاش کروں گا ۔ میں نے مولانا اصلاحی اور دیگر متعلقہ اصحاب سے اس سلسلے میں بات کی ۔ شکر ہے کہ دو میں سے ایک مسودہ حجج القرآن تو دریافت ہو گیا ۔ البتہ حکمۃ القرآن کا سراغ نہیں مل سکا ۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ بھی لاھور ھی میں کسی صاحب کے پاس ہے اور ایک نہ ایک دن اس کا بھی سراغ مل جائے گا۔ انشاء اللہ ! (۱)

میرے ایک سوال کے جواب میں اصلاحی صاحب نے فرمایا " جبرو اختیار اور ناسخ و منسوخ پر میں نے مولانا ھی کے افکار کی روشنی میں لکھا ہے ۔ میرا اس میں کوئی کارنامہ نہیں ہے بجز اس کے کہ میں نے مزید وضاحت کر دی ہے ۔ تدبر قرآن میں دیکھئے ان مسائل پر بہت اچھی بحث ہے ۔ "

انہوں نے ان مسائل پر اتنی عمدہ بحث کی ہے کہ پڑھ کر ان کو خود آپ اپنے پررسک آگیا ۔ کہنے لگے " لکھنے کے بعد میں نے خود پڑھا تو بے ساختہ زبان سے کلمہ تحسین نکلا کہ واہ میں تو بہت اچھا لکھتا ھوں ۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے مولانا کے فکر سے ماخوذ ہے ۔ میں نے اپنے افکار تو مولانا کے کھاتے میں ڈالے ھیں مگر ان کے افکار کو میں نے اپنے کھاتے میں نہیں ڈالا ہے ۔ لوگوں کو اس کی شکایت بھی ہے ۔" اس کے بعد مولانا نے اپنا خاص جملہ دھرایا ۔ " اگر کوئی بات صحیح ہے تو ان کی ہے اور غلط ہے تو میری ہے" ۔ میں نے

---

۱ ۔ تازہ صورت حال یہ ہے کہ دوسرا مسودہ بھی مل گیا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ برادرم نعمان صاحب کی توجہ اور عنایت سے ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھی تیار ہو کر آ گئی ھیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفسیر کے باب میں تفردات فراہی کا ذکر کیا تو اصلاحی صاحب نے کہا «الف سے لیکر ی تک ان کی تفسیر تفردات کے زمرے میں آتی ہے»۔ اصلاحی صاحب نے مولانا فراہی کا یہ قول دھرایا «اعقل الناس اعذر الناس» اور «فراہی کا اپنا کردار یہی تھا ۔ تفسیر میں بحیثیت مجموعی ان کا تعلق کسی سے بھی نہیں ہے بسم اللہ سے لے کر رحیم و رحمن کی تشریح تک میں وہ ساری دنیا سے منفرد ہیں ۔ الحمد للہ میں وہ ساری دنیا سے منفرد ہیں ۔ یہ سوال نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کہاں کہاں منفرد ہیں ۔ وہ از اول تا آخر منفرد ہیں ۔ کہیں کہیں دوسروں کے ساتھ اتفاق بھی ہو گیا ہے مگر یہ اتفاق اتفاق سے ہو گیا ہے۔ انہوں نے کسی کی پیروی نہیں کی ہے»۔

میرے اس سوال کے جواب میں کہ فکر فراہی سے کیا مراد ہے مولانا نے فرمایا ۔ زندگی کے ہر پہلو میں فکر کے ہر زاویے میں ان کی اپیروچ مختلف ہے۔ رجوع الی القرآن مولانا فراہی کا مابہ الامتیاز ہے ۔ وہ تفسیر میں زبان نظام اور قرآنی شواہد و نظائر پر اعتماد کرتے ہیں ۔ ہر شعبے میں ان کے فکر کی بنیاد قرآن مجید ہے ۔ ادب ، بلاغت ، منطق ان سب میں ان کی بنیاد قرآن ہے ۔ منطق میں بھی وہ ارسطو کے پیرو نہیں بلکہ قرآن کے پیرو ہیں ۔ بلاغت میں بھی ان کا یہی حال ہے ۔ ان کی فقہ اور فلسفہ بھی مبنی ہے قرآن پر ۔ وہ کلامی نہج استدلال کو غلط سمجھتے ہیں ۔ اسی طرح منطق میں بھی وہ جرجانی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ۔ ان سب کو وہ غلط سمجھتے ہیں ۔ وہ ایک نئے علم کلام کے موجد ہیں »۔

علوم جدیدہ کے بارے میں مولانا فراہی کا موقف یا نقطہ نظر کیا تھا ، اس سوال کے جواب میں مولانا اصلاحی نے اسلامی علوم کے بارے میں مولانا فراہی کے نقطہ نظر پر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ « قرآن ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علوم سے تعرض نہیں کرتا اور نہ ان میں مداخلت کرتا ہے۔ البتہ وہ ان کے لئے فور کارنرز ضرور متعین کرتا ہے۔ وہ ان کو کچھ حدود و قیود کا پابند کرنا چاہتا ہے اور بس۔ باقی قرآن کو اس سے غرض نہیں کہ آپ ان علوم کو سیکھتے ہیں یا نہیں سیکھتے ۔"

میں نے اسی ضمن میں ایک سوال یہ کیا کہ آجکل یہ رجحان شدت سے فروغ پا رہا ہے کہ قرآن کو دنیا بھر کے علوم و فنون کا سرچشمہ ثابت کیا جائے ۔ مولانا نے کہا "قرآن کتاب ھدایت ہے اور بس باقی باتیں لغو ھیں ۔ ایک صاحب نے اسی طرح نماز میں ورزش کے بہترین اصول دریافت کرنے کی کوشش کی اور اس پر ایک کتاب لکھ ماری۔ آجکل لوگ قرآن میں نئے نئے نکتے تلاش کر رہے ھیں ۔ قرآن کو کمپیوٹرائز کرنے کا تماشا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ لوگ قرآن کے مقصد نزول کو پس پشت ڈال کر اسی طرح کی باتوں میں پڑ گئے ھیں ۔ "اس پر میں نے فکر و نظر میں شائع شدہ مولانا ھاشمی کے ایک مضمون کی نشاندھی کی ۔ وہ پرچہ اتفاق سے موجود تھا مولانا نے اسے کھول کر فوراً دیکھا ۔

جدید سائنسی علوم کی تحصیل کے لئے قرآن مجید میں تحریک کا غلغلہ بھی آجکل زور شور سے بلند کیا جا رہا ہے۔ اس کی بات آئی تو مولانا نے اس باب میں میرے نقطہ نظر کی تائید کی اور فرمایا کہ "ان علوم و فنون کے لئے فطرت انسانی میں خود ضرورت سے زیادہ تحریک موجود ہے۔ اس کے بعد ضرورت یہ رہ جاتی ہے کہ اس تحریک کو اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ اور اس کو غلط سمت میں نہ جانے دیا جائے ۔ قرآن چونکہ صحت و سلامتی کا علمبردار ہے اس لئے یہ فریضہ وہ انجام دیتا ہے۔ ایسے عقائد اصول اور نظریے تجویز کرتا ہے جن سے علوم و فنون کے منہ زور گھوڑے کے منہ میں لگام دی جا سکے ۔ "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی فن یا کتاب کے مطالعہ میں مولانا فراھی کے ناقدانہ انداز نظر اور بے لاگ اظہار رائے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اصلاحی نے کہا کہ بڑے سے بڑا فلسفی مفکر اور ماہر فن ان کی تنقید اور رائے زنی سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ مطالعے کے دوران وہ حاشیے میں اگر مسلمان ہے تو قد اخطأ یا قد اصاب رحمہ اللہ اور غیر مسلم ہے تو فقط اصاب یا اخطأ ضرور لکھتے ھیں ۔۔

میں مسافر تھا اس لئے میں نے رخصت پر عمل کیا اور نماز میں قصر کیا۔ میں نماز سے جلدی فارغ ہوگیا ۔ مولانا نے پوچھا نماز پڑھ لی میں نے کہا جی ھاں میں نے قصر پڑھی ہے۔ فرمایا جو بھی پڑھی پڑھ تولی۔میں نے کہا بعض ائمہ قصر کو جائز ھی نہیں ضروری سمجھتے ھیں ۔ مولانا نے کہا۔ ھاں یہ احناف کا مسلک ہے۔ ۔ اس کے بعد فرمایا ۔ بہر حال رخصت رخصت ہے عزیمت عزیمت ہے۔ میرے نزدیک یہ مسلک صحیح نہیں ہے خواہ کسی کا بھی ہو۔

تفسیر لکھنے کے دوران میں میں نے اس سلسلے میں سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کیا ۔ مختلف مکاتب فکر کا مطالعہ کیا ۔ ان کے دلائل کو سمجھنے کی کوشش کی مگر آخر کار جس نتیجے پر پہنچا وہ یہی ہے اور میں نے تفسیر میں اسکا ذکر کردیا ہے کہ بہر حال رخصت رخصت ہے اور عزیمت عزیمت ہے ۔ حنفیہ رخصت کو ضروری سمجھتے ھیں مگر میرے نزدیک یہ مسلک صحیح نہیں ہے ۔ "

ضمیمہ

کسے معلوم تھا کہ فروری کی سرگزشت ملاقات میں اپریل کے اس سانحے کا ذکر بھی شامل کرنا پڑے گا کہ بیمار نے قید حیات سے چھوٹ کر شفا پائی ۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ھماری باری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

۱۵ اپریل کو تعزیت اور مزاج پرسی کے لئے میں نے مولانا اصلاحی کی جائے رھائش پر حاضری دی ۔ تجہیز و تکفین میں شریک ہونے والے بعض احباب سے یہ سن کر تشویش سی تھی کہ مولانا پر اس صدمے کا خاصا اثر ہے ۔ کیوں نہ ھو واقعہ سخت ہے اور بندہ بشر ہے ۔ لیکن دو دن بعد یہ دیکھ کر اطمینان سا ھوا کہ مولانا نے طبیعت پر قابو پا لیا ہے ۔ میں ڈیڑھ گھنٹے تک مولانا کے پاس بیٹھا رھا اس دوران میں نے بہت کم لب کشائی کی ۔ یوں بھی ان کی گفتگو کے لذت آشنا ھمیشہ یہی تمنا کرتے ھیں کہ

ع وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

ڈیڑھ گھنٹے مسلسل مولانا کی باتیں سنتا رھا ۔ اب تک ان کی گفتگوؤں میں ھم انکا دماغ بڑھا کرتے تھے آج دماغ کیساتھ دل میں بھی جھانکنے کا موقع ملا۔ قاھرہ کے ھوائی حادثے میں جواں سال بیٹے کی المناک موت پر مولانا نے ابو صالح اصلاحی مرحوم کی بیوہ کو تسلی دیتے ھوئے کہا تھا کہ اسکی قبر تو میرے دل میں بن گئی ہے لیکن ایک دوست نے جب یہ بتایا کہ ابوصالح اصلاحی مرحوم کی حادثاتی موت پر مولانا اتنے دل گرفتہ نظر نہ آئے تھے جتنے رفیقۂ حیات کی اس طبعی موت پر صدمے سے نڈھال نظر آتے تھے تو میں فکر مند ھو گیا کہ مبادا یہ اثر دیر پا ھو ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے زندگی میں پہلی بار مولانا کو آبدیدہ اور گلو گیر دیکھا ۔ یوں تو رفاقت کا یہ رشتہ ھی کچھ ایسا ہے مگر مولانا کی رفیقہ حیات جن صفات کی مالک تھیں اور خاص کر مولانا کے لئے ان کی ذات جو مفہوم رکھتی تھی اس کا یہ فطری تقاضا تھا کہ زھر غم رگ و پے میں سرایت کر جائے ۔

وہ ایک دولتمند باپ کی بیٹی تھیں ۔ راھوں ، پٹھانکوٹ مشرقی پنجاب میں جن کی بہت بڑی زمینداری تھی ۔ ان کے والد کا نام چودھری عبد الرحمن تھا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرحومہ کا نام انوار اختر تھا ۔ راجپوت خاندان کی وہ تمام اچھی روایات انہیں ورثے میں ملی تھیں جو نسلی تفاخر کی پیداوار نہیں بلکہ سیرت و کردار کی پختگی کا نتیجہ تھیں ۔ داد و دہش کے ساتھ راجپوتی آن بان اور شان تمکنت مرحومہ کی طبیعت کے جوہر اصلی تھے ۔ تقسیم کے بعد خاندان نے ہجرت کرکے مغربی پنجاب میں سکونت اختیار کی ۔ مرحومہ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں ۔ اس لئے شروع ہی سے انہیں اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کو بروئے کار لانے کا موقع ملا ۔ اپنے دائرے میں وہ نہ صرف ایک موثر اور فعال شخصیت کی مالک تھیں بلکہ اپنی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی بدولت جائداد کی دیکھ بھال اور خانگی معاملات کی انجام دہی میں بھی خود مکتفی تھیں ۔ انہوں نے مولانا کو ہمیشہ علمی کاموں کے لئے نہ صرف فارغ البال رکھا بلکہ کوشش و اہتمام کرکے سازگار ماحول مہیا کیا ۔ وہ صحیح معنوں میں اسلام کی " المرأة الصالحه" تھیں۔انہوں نے مولانا اور خاندان کے لئے جس ایثار و قربانی کا عملی ثبوت دیا وہ فی زماننا بہت شاذ ہے ۔ مولانا کی یہ دوسری شادی تھی ۔ پہلی شادی اعظم گڑھ یو پی میں برادری کے لوگوں میں ہوئی تھی ۔ پہلی بیوی غالباً پھریہا مولانا فراہی کے گاؤں کی تھیں جن کے بطن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی بڑے ہو کر آل و اولاد والے ہوئے ۔ پہلی بیوی بچوں کو کمسنی میں چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئیں ۔ تقسیم سے کچھ عرصہ قبل مولانا اعظم گڑھ سے پٹھان کوٹ آ گئے تو یہیں ۱۹۴۵ء کے آگے پیچھے ان کی دوسری شادی ہوئی ۔ اس وقت مولانا کی عمر تقریباً ۴۵ برس تھی جبکہ محترمہ کی عمر ۳۵ برس کے لگ بھگ ہوگی ۔ ۳۵ برس کی رفاقت کے بعد یہ داغ مفارقت مولانا کے لئے بے شک ایک صدمۂ عظیم ہے ۔ ذیابیطس ان کا خاندانی مرض تھا جس کے باعث وہ پہلے ہی بہت نحیف و نزار ہو چکی تھیں کہ پندرہ دن پہلے ان پر اچانک فالج کا حملہ ہوا جس میں جسم کا دایاں حصہ متاثر ہوا ۔ علاج معالجے میں حتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الوسع کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی ۔ پانچ دن ایک نیورو کلینک میں بھی داخل رہیں جس کا ہزار روپیہ یومیہ خرچ ادا کیا گیا ۔

اپریل کی ۱۱ تاریخ تھی دن گزار کر رات کے ساڑھے گیارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہا ۔ ۱۲ تاریخ کو اتوار کے دن دوپہر سے پہلے وہیں ہر بنس پورہ ملٹری کیمپ کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ۔ قریبی عزیزوں کی رائے تھی کہ لاہور شہر کے کسی بڑے قبرستان میں دفن کیا جائے مگر مولانا نے جائے وفات کے قریب غریبوں کے قبرستان کو ترجیح دی ۔ ظاہر ہے اس فیصلے کے پیچھے مولانا کی افتاد طبع کے علاوہ ان کے اس فکر کو بھی دخل تھا جو ظلال قرآن میں پروان چڑھا ہے ۔ اطلاع عام کی بجائے صرف خاص عزیزوں کو خبر دی گئی ۔ پھر بھی راہ دسوار اور منزل دور ہونے کے باوجود خاصی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ۔ لاہور میں موجود اعزا اور احباب کے علاوہ جماعت اسلامی ، انجمن خدام القرآن اور حلقہ تدبر قرآن سے وابستہ نیازمند کثیر تعداد میں سریک جنازہ ہوئے ۔ کیمپ کے فوجیوں نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی ۔ یوں دعائے مغفرت کے لئے اٹھنے والے ہاتھ کیفیت کے علاوہ کمیت میں بھی کم نہ تھے ۔

راقم کو اس وقت اطلاع ہوئی جب ۱۳ اپریل کی رات اچانک لاہور پہنچا ۔ خبر سن کر زندگی کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا ۔ فروری کی ملاقات میں میں ان کے پاس دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا تھا ۔ انہوں نے مجھے پہچانا اور مل کر خوش ہوئیں ۔ مجھے وہ زمانہ یاد آیا جب ہجرت کے بعد لاہور میرا مستقر ٹھہرا ۔ میں نے اچھرہ میں اقامت اختیار کی ۔ مولانا رحمان پورہ میں ۵۰ روپے ماہوار کرائے کے مکان میں اہلیہ اور بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے ۔ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے ذریعہ معاش سے محروم ہو گیا ۔ مولانا نے مجھے اپنے یہاں مہمان رکھنے کی پیش کش کی ۔ ان دنوں مولانا کے معاشی حالات بہت اچھے نہ تھے ۔ پھر بھی انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصرار کیا کہ میں حاضر میں حجت نہ کروں ۔ یہ معاملہ مولانا سے تھا مگر عملاً اس کا تمام بار خاتون خانہ کو اٹھانا پڑا کہ وھی ربۃ البیت تھیں ۔ جب دور دستوں کے لئے ان کا ظرف اتنا وسیع تھا تو اپنوں کے لئے انھوں نے کیا کچھ نہ کیا ھوگا ۔ پہلی بیوی سے مولانا کے صغیر السن بچوں کی پرورش پرداخت تعلیم و تربیت اور شادی بیاہ کے لئے انھوں نے جو کچھ کیا ، خود مولانا کی مدت العمر جس طرح خدمت کی وہ ایک لمبی داستان ہے۔

مولانا کے ساتھ ان کا رشتہ ازدواج میں منسلک ھونا قران السعدین ثابت ھوا جس کے نتیجے میں دنیا کو „ تدبر قرآن „ جیسا گنج گرانمایہ ملا ۔ مولانا کا علم اور فکر ایک بند خزانہ تھا جسے مرحومہ نے اپنے شعور ، قدر شناسی اور حسن خدمت سے کھول کر عام کر دیا ۔ دنیا مولانا اصلاحی کے فیضان علم سے محروم رھتی اگر انھیں انوار اختر جیسی باشعور علم دوست اور جان نثار شریک زندگی نہ ملتیں ۔ وہ صحیح معنوں میں شریک زندگی تھیں اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا کے صدقہ جاریہ میں ان کا بھی حصہ ہے تو غلط نہ ھوگا ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ مولانا اصلاحی اور خاندان کے دوسرے افراد کو ان کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے !

★ ★ ★ ★ ★ ★

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انقـــــلاب مکــــــہ

محمد اختر مسلم

حضور ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت سے قبل کا دور قرون مظلمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سرمایہ داری کا دور دورہ تھا۔ ملوکیت نے انسان کو آزادی سے محروم کر دیا تھا۔ احبار و رُہبان کی بیسوائیت نے انسان کی فکری صلاحیتوں کو مفلوج کر دیا تھا۔ انسان حسن عمل سے محروم تھا۔ تہذیب و تمدن اور اخلاق ایک قصۂ پارینہ بن چکے تھے۔

احبارورُہبان کی پاپائیت، قیصر و کسریٰ کی زنجیریں، توہم پرستی کی بصیرت سوز بندشیں، تقسیم انسانیت کے انسانیت کش نسلی و جغرافیائی معیارات یہ تھے وہ اطواق و سلاسل جن میں انسانیت جکڑی ہوئی تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھٹے خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" میں تہذیب و تمدن کے ایک مورخ DENISON کی کتاب "EMOTION AS THE BASIS OF CIVILISATION" طویل اقتباس نقل کیا ہے۔

جس سے حضور ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت سے قبل کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

اس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصر مشید، جس کی تعمیر پر چار ہزار سال صرف ہوئے تھے منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوع انسان پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا

© rasailojaraid.com